فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین

الحمد للہ

کہ

رسالہ

علم الفقہ

حصہ اول

جسمیں علم فقہ کے متعلق عالمانہ تحقیق انیق کیگئی ہے

مصنفہ

مولینا مولوی فاضل ابو الوفا ثناء اللہ صاحب

امرتسری مصنف تفسیر ثنائی

وغیرہ

[illegible]

[illegible]

ہفتہ وار اخبار

اہلحدیث امرتسر

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے یعنی دین و دنیا کا مجموعہ ۱۸×۲۲ کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شایع ہوتا ہے جس میں علمی، مذہبی، اخلاقی اور تاریخی مضامین چھپنے کے علاوہ متفرق سوالات و جواب، دینی فتاوی اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ اور ایک دو صفحوں پر دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی شرک و بدعت کا ماحی۔ اور مخالفین اسلام کے لئے ڈھال کا کام دینے والا اور دنیا بھر کی چیدہ خبریں بتانیوالا ہے قیمت سالانہ پانچ روپیہ (۵) نمونہ کا پرچہ ۲ر کے ٹکٹ آنے پر بھیجا جاتا ہے۔

المشتہر

مینیجر اہلحدیث امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلے مجھے دیکھئے

علم فقہ جو ایک واجب القدر اور لائق عزت علم ہے جس کے فضائل قرآن و حدیث میں بہت کچھ آئے ہیں۔ اس کے متعلق آجکل بہت کچھ موشگافیاں اور بحثیں ہو رہی ہیں۔ ایک فریق اسکو قابل عزت جانتا ہے تو دوسرا مورد الزام قرار دیتا ہے۔ ایک اسی کو صراط مستقیم کہکر قرآن و حدیث سے مستغنی ہے تو دوسرا اسکو ایک بے ضرورت چیز نام رکھتا ہے۔ ہم نے اس اختلاف پر مدت تک غائر نظر سے غور کیا۔ جس نتیجے پر پہنچے اور پہنچکر ہم کو ایک ایسی فرحت حاصل ہوئی جو کسی گم شدہ محبوب کے ملنے سے ہوا کرتی ہے۔ تو ہم نے اس کے شکریہ میں چاہا کہ قوم کو بھی اس مسرت اور فرحت میں شریک کریں۔ پس اس کتاب کا (جو درحقیقت چند پریشان اوراق ہیں) موضوع "علم الفقہ" ہے۔ اس کے متعلق ہم یہ بتلاویں گے کہ آیا یہ واجب القدر علم کسی ایک شخص کی محض رائے کا نتیجہ ہے یا کسی ایک کا بے دلیل قول ہے جیسا کہ اس کے مخالف کہتے ہیں یا مدلل۔ اس میں جو کچھ ترقی ہوئی ہے ایک ہی زمانہ میں ہو کر رہ گئی یا مختلف زمانوں میں ہوئی اور ہوگی۔ امید ہے ہمارے ناظرین کرام اس موضوع کے لحاظ سے اس بحث کو ایک جدید رنگ میں پاوینگے انشاءاللہ۔

میں نے چاہا تھا کہ اس مضمون کو ذرہ وسیع پیمانہ پر لکھوں جسکے لئے مجھے زیادہ کتب کی ضرورت تھی۔ بروقت طبع اول میں اونکی تلاش میں کامیاب نہ ہوا۔ بعد ازاں مل گئیں تو اس سلسلہ کا دوسرا نمبر "تقلید شخصی اور سلفی" شائع کر دیا۔ تقبل اللہ عنی۔

یہ بحث بوجہ اختلاف رائے کسی صاحب کے خلاف طبع ہو تو ممکن ہو مگر الفاظ کی وضع یا ترکیب کو خلاف شان علما نہ پاوینگے جیسا کہ ہماری تالیفات دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ علماء اسلام اپنی تصنیفات کو

بازاری طریق سب دشتم اور دل آزاریوں سے پاک صاف رکھا کریں۔ بلکہ ایسی غلیظ اور دل آزار گندی تحریرات کو شرف ملاحظہ کی عزت بھی نہ بخشا کریں۔ کجا یہ کہ ان پر تقریظ لکھیں یا ان کے جوابات دیں بلکہ بحکم خداوندی

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

نظر اوٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ فاللہ الموفق۔

خادم:۔
ابوالوفا ثناء اللہ
(مولوی فاضل)

طبع اول
امرتسر
۱۵۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ
۲۲۔ فروری ۱۹۱۳ء

طبع ثانی
ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
اگست ۱۹۲۱ء

فصل اوّل (۱)

علمِ فقہ کی فضیلت اور طریق استنباط میں

علم فقہ کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی جو حدیث شریف میں آیا ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین (خدا جس کے حق میں بہتری کا ارادہ کرتا ہے اُسکو دین میں فقہ عطا کرتا ہے) قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (جسکو حکمت (دین کی سمجھ) ملی۔ اسکو بہت سی بھلائی ملگئی)

ایک مقام پر چند صحابہ دو جماعتوں میں منقسم بیٹھے تھے حضور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے پاس آئے فرمایا در اصل یہ دونوں اچھے ہیں مگر ایک گروہ دوسرے سے افضل ہے۔ یہ ایک گروہ تو رغبت کیساتھ خدا سے دعا مانگتا ہے۔ وہ چاہے تو ان کا مقصود دے نہ چاہے تو نہ دے۔ یہ دوسرا گروہ فقہ اور علم سیکھتا ہے اور جاہلوں کو سکھاتا ہے پس یہ ان سے افضل ہیں۔ اور میرا منصب بھی تعلیم ہی کا ہے۔ یہ فرماکر آپ (فقہ کے پڑھنے پڑھانیوالوں) میں بیٹھ گئے۔ انہی معنے میں کہا گیا ہے ؎

> ان رسول اللہ مر بمجلس فی مسجدہ فقال کلاهما علی خیر واحد هما افضل من صاحبہ اما هؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم و اما هؤلاء فیتعلمون الفقہ او العلم ویعلمون الجاهل فهم افضل وانما بعثت معلما ثم جلس فیهم (الدارمی)

گدایاں را ازیں معنے خبر نیست ٭ کہ سلطان جہاں با ماست امروز

حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس شخص پر بڑی نظر عنایت ہوتی تھی۔ اوسکے حق میں دعا فرمایا کرتے:۔

"اللّٰھم فقّہ فی الدّین"
(خداوندا! اسکو دین میں فقیہ بنا۔)

غرض اس قسم کی بہت سی احادیث اور روایات بکثرت ہیں جن کے دیکھنے سے علم فقہ کی فضیلت کا پورا اعتقاد ہوتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ علم الفقہ کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

فقہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:۔

معرفت النفس ما لہا وما علیہا عملاً وقیل العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتہا التفصیلیۃ (توضیح) معرفۃ النفس ما لہا وما علیہا ھکذا النقل عن ابی حنیفۃ والمراد بالمعرفۃ ادراک الجزئیات عن دلیل (ابجد العلوم)	انسانی نفس کے ذمہ جو جو عملی فرائض ہیں انکو جاننا "علم فقہ" ہے بعض علماء نے کہا ہے احکام شرعیہ عملیہ کو دلائل مفصلہ سے جاننے کا نام علم فقہ ہے۔ "ابجد العلوم" میں ہے جو جو فرائض انسانی نفس پر واجب ہیں انکو جاننے کا نام علم فقہ ہے۔ یہ تعریف امام ابوحنیفہ صاحب سے منقول ہے

فرائض جاننے سے مراد یہ ہے کہ جزئیات کو دلائل کیساتھ جانے۔

اس اصطلاحی تعریف سے صاف ثابت ہے کہ علم الفقہ اوس علم کا نام ہے جسمیں مسائل شرعیہ کے ساتھ دلائل بھی معلوم کرائے جائیں۔ نہ وہ علم جس میں محض مسائل مذکور ہوں۔

نتیجہ ۱۔ فقہ کی وہ کتابیں جن میں دلائل مذکور نہیں جیسی درمختار۔ عالمگیری۔ قاضیخان۔ قدوری۔ کنز۔ وغیرہ ہیں۔ وہ حقیقۃً علم الفقہ کی کتابیں نہیں۔ الا مجازاً۔

نتیجہ ۲۔ وہ مسائل جو ادلہ شرعیہ سے ماخوذ اور مستنبط نہیں۔ وہ فقہی مسائل نہیں بلکہ محض اقوال الرجال ہیں جنکی تمثیلات آگے آتی ہیں۔

نتیجہ ۳۔ جو لوگ محض اقوال فقہا کو بلا دلیل کتب فقہ میں جانکر حلال حرام کے فتوے دیتے اور لکھتے ہیں وہ نہ مفتی ہیں نہ فقیہ۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

المفتی عند الاصولیین المجتہد اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی بل ھو نقل کلام (در مختار جلد ۳ صفحہ)	علماء اصول کے نزدیک مفتی وہی ہے جو مجتہد ہے جو شخص مجتہد کے اقوال یاد رکھکر حکم بتلائے وہ مفتی نہیں۔ اور اس کا حکم فتوائے نہیں بلکہ نقل کلام ہے۔

فصل دوم

ادلۂ شرعیہ اور طریق استنباط مجتہدین

تمام فقہا کاملتہً متفق ہیں کہ اصل الاصول صرف دو ہیں۔ قرآن اور حدیث۔ قیاس اور اجماع کو ہم نے اصل الاصول اس لئے نہیں کہا کہ وہ مستقل دلیل نہیں قیاس کے لئے جبتک شرعی مقیس علیہ اور دیگر شروط متحقق نہ ہوں صحیح نہیں ہوسکتا اجماع کے لئے بھی کسی نہ کسی سند کا ہونا ضرور ہے چنانچہ کتب اصول میں لکھا ہے:

| الجمھور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء (توضیح) اتفقوا علی القول بالاجماع الذی مستندہ الکتاب والسنۃ او کان مستنداً من احدھما ولم یجوزوا القول بہ فی الذی لیس مستنداً الی احدھما (حجۃ اللہ مصری صفحہ) | جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ اجماع بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ کیونکہ بغیر دلیل کے اجماع کرنے سے غلطی لازم آتی ہے اس لئے کہ بغیر دلیل کے دین میں حکم لگانا غلطی ہے۔ (توضیح) حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں علماء اصول اوس اجماع کے قائل ہیں جسکی دلیل صریح کتاب وسنت سے ہو یا ان |

قال جماعۃ لابد لہ من مستند لان اہل الاجماع لیس لہم الاستقلال بعد النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فوجب ان یکون عن مستند ولانہ لو انعقد عن غیر مستند لاقتضی اثبات نوع بعد النبی صلے اللہ علیہ و سلم وہو باطل
(ارشاد الفحول صفحہ ۷۵)

میں سے کسی سے مستنبط ہو اور جس اجماع کی سند قرآن و حدیث سے نہو علماء اصول اوسکے قائل نہیں (حجۃ البالغہ)
علّامہ شوکانی لکھتے ہیں ایک جماعت علما کی کہتی ہے اجماع کے لئے دلیل کی سخت ضرورت ہے کیونکہ بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل اجماع (مجتہدین) حکم بتلانے میں مستقل نہیں لہذا واجب ہے کہ اجماع کسی سند پر مبنی ہو اور اسلئے بھی سند کا ہونا ضروری ہے کہ اگر بغیر دلیل کے اجماع منعقد ہو گا. تو بعد نبی کے کسی حکم کا ثابت کرنا لازم آئیگا. حالانکہ بعد نبی کے کسی شرعی حکم کو ثابت کرنا باطل ہے" (ارشاد الفحول)

اس لئے مجتہدین کا طریق عمل یہ ہو رہا ہے کہ قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کرتے جس کے لئے اونہوں نے کئی ایک طریق مقرر کئے تھے. جو عبارت فہمی سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً

(۱) صریح عبارت سے کوئی مسئلہ نکالا جائے (۲) اشارۃ سے مستنبط کیا جاوے (۳) دلالت سے اخذ کیا جائے (۴) اقتضاء سے استنباط ہو.
کبھی قیاس اور اجماع سے بھی مسائل استنباط کرتے تھے. ان سب امور کا مفصل بیان ہم اپنے رسالہ "**اجتہاد و تقلید**" میں کر چکے ہیں.

ان وجوہات کے علاوہ طریق استنباط اور بھی ہے. جو متاخرین میں زیادہ تر رائج ہوا وہ یہ ہے کہ کسی مجتہد کے مقرر کردہ اصول عامہ کو بمنزلہ نص کے سمجھکر اوسی سے مسائل کا استخراج کیا جاتا تھا. مثلاً ایک مجتہد کا مقررہ اصول ہے کہ عام اپنے افراد میں قطعی ہے اور حدیث ظنی اسکی مخصص یا ناسخ نہیں ہو سکتی پس جہاں کوئی حکم عام آیا متاخرین نے اس قاعدہ کے مطابق اوس سے استخراج

مسائل شروع کیا اور حدیث مخالف کو مطلق نظر انداز کردیا۔ ایک مجتہد کا اصول ہے کہ عام یقینی اور قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے لہذا حدیث ظنی اوسکی مخصص اور ناسخ ہوسکتی اس مجتہد کے پیروؤں نے اس اصول کے مطابق استخراج مسائل شروع کردیا۔ چنانچہ حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں:-

بائد دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاوی برد و وجہ بودند یکے آنکہ قرآن وحدیث وآثار صحابہ جمع میکردند وازاں جا استنباط مے نمودند وایں طریق اصل راہ محدثین است ودیگر آں کہ قواعد کلیہ کہ جمعے از ائمہ تنقیح وتہذیب آں کردہ اند یادگیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا بس ہر مسئلہ کہ وارد مے شد جواب آں ازہماں قواعد طلب مے کردند وایں طریقہ اصل راہ فقہاء است۔ (مصفیٰ ا صـ۲)

سلف میں مسائل اور فتاوے کے استنباط کا طریق دو قسم پر تھا۔ ایک یہ کہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کو جمع کرکے اون سے مسائل استنباط کرتے تھے۔ محدثین کا یہی طریق تھا دوم یہ کہ ائمہ کی کسی جماعت نے جو قواعد کلیہ مقرر کئے تھے۔ بغیر ملاحظہ اونکے ماخذ کے انہی سے استنباط مسائل کرلیتے۔ جو مسئلہ وارد ہوتا اونہی قواعد سے اوس کا جواب دیتے۔ (قرآن وحدیث کو نہ دیکھتے اونہی اصول کو ملحوظ رکھتے) فقہاء کا اصل طریقہ یہی تھا؟

حضرت شاہ صاحب نے اس عبارت میں سلف کے طریق عمل کو مجملاً بیان فرما دیا ہے مختصر مطلب یہ ہے کہ ائمہ سلف میں استخراج مسائل دو طرح پر تھا۔ ایک قرآن وحدیث وآثار سے دوم قواعد کلیہ مقررہ علماء اصول سے۔

جن اصول کی طرف جناب شاہ صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ کتب اصول میں مذکور ہیں[۱] ہر فریق دوسرے کے اصول کو وجوہ فاسدہ لکھتا ہے۔ چنانچہ نور الانوار میں ہے ذکر الوجوہ الفاسدۃ صـ۱۵۳ ۔ مگر ہم اردو دان ناظرین کے لئے اون مشکل اصول کا ذکر نہیں کرتے بلکہ ایک دو آسان قواعد بتلاتے ہیں۔

[۱] دوسرے حصے تقلید شخصی اور سلفی میں وہ اصول ہم نے ذکر کئے ہیں۔

حنفیہ کا اصول ہے المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی جو حکم بے قید ہو وہ ویسا ہی رہیگا۔ اس اصول کے مطابق انہوں نے حکم لگایا کہ چور چوری کو جائے۔ زانی زنا کو جائے۔ مدت سفر ہو تو نماز قصر کریں۔ یعنی بجاے چار رکعت کے دو پڑہیں۔ اس لئے کنز میں لکھا ہے ولو کان عاصیا فی سفرہ۔ اگرچہ سفر کرنے میں گناہگار ہو

شافعیہ نے کہا کوئی گناہ موجب نعمت نہیں ہوتا یعنے ایسا نہیں ہوتا کہ شریعت ایک کام سے منع کرے اور جو کرے اوس کو انعام دے۔ اس اصول سے انہوں نے کئی ایک مسائل استخراج کئے۔ یہی مسئلہ جو حنفیہ نے نکالا تھا اونہوں نے نفی کی صورت میں نکالا کہ چور اور زانی چونکہ اس سفر میں گناہگار ہیں۔ اور قصر صلوٰۃ نعمت ہے۔ لہذا اون کو یہ نعمت نہیں ملیگی۔ علیٰ ہذا القیاس رشتہ حرمت بھی نعمت الٰہی ہے۔ کہ ایک عورت کے نکاح کرنے سے اوس کی ماں ناکح کی ساس ہو کر ابدی محرم بنجاتی ہے۔ جو نعمت الٰہی ہے۔ اس لئے جو شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرے۔ اوس مزینہ کی والدہ اوس پر حرام نہ ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس کئی ایک مسائل اس قسم کے ہیں۔ جو دونوں فریق اپنے اپنے اصول سے مستنبط کرتے ہیں۔ جناب شاہ صاحب نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ان دونوں قسموں کے علاوہ تیسری قسم علم فقہ کے وہ مسائل ہیں جو نہ قسم اول سے نہ دوم سے حاصل ہیں۔ بلکہ محض اقوال الرجال ہیں۔ اس تیسری قسم کی توضیح کے لئے ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں ہدایہ میں ہے:۔

نبیذ العسل والتین ونبیذ الحنطۃ والذرۃ والشعیر حلال وان لم یطبخ وهذا عند ابی حنیفۃ وابی یوسف اذا کان من غیر لهو وطرب (ہدایہ کتاب الاشربۃ)	شہد۔ انجیر۔ گیہوں۔ اور جو کی شراب حلال ہے۔ اگرچہ پکائی نہ جائے بشرطیکہ لہو ولعب کی نیت سے نہ پیئے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔

اس مضمون کو حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم پانی پتی نے یوں لکھا ہے:

"نزد امام ابوحنیفہ سوائے چہار شراب سابقہ از اشربہ لاحقہ آنچہ بقصد لہو نوشد حرام ست واگر بقصد قوت خورد جائز باشد" (مالابد)

اسکی دوسری مثال یہ ہے جو فقہ کی مشہور اور مستند کتاب رد المحتار میں درج ہے:-

اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس فقال لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبہتہ والفہ جاز للاستشفاء و بالبول ایضاً ان علم فیہ شفاء لا باس بہ لیکن لم ینقل۔ (رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)	صاحب ہدایہ نے کہا ہے اگر کسی کو نکسیر پھوٹے اور وہ خون یا پیشاب کے ساتھ ماتھے اور ناک پر سورہ فاتحہ لکھے تو شفا حاصل کرنے کی نیت سے جائز ہے اگر اسمیں شفا جانے تو کوئی حرج نہیں مگر یہ طریق پہلے لوگوں سے منقول نہیں ہوا

نتیجہ۔ کتب فقہ میں یہ تینوں اقسام مذکور ہیں جن میں سے دراصل اول قسم فقہ ہے۔ دوسری اور تیسری قسم حقیقتہً فقہ نہیں۔ کیونکہ اون پر علم الفقہ کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ فقہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ مسائل دلائل شرعیہ سے حاصل ہوں۔ اور دلائل شرعیہ قرآن و حدیث اجماع اور قیاس مجتہد ہیں۔ چنانچہ کتب اصول میں بتصریح مذکور ہیں:-

الادلۃ الشرعیۃ علی اربعۃ ارکان الکتاب ثم السنۃ ثم الاجماع ثم القیاس (توضیح۔ تلویح)	شرعی ادلہ چار قسم ہیں۔ قرآن حدیث۔ اجماع۔ اور قیاس۔ (توضیح۔ تلویح)

پس جس مسئلہ کی بنیاد ان چہار میں سے کسی ایک پر نہ ہو وہ مسئلہ علم الفقہ کا نہیں۔ چاہے کتب فقہ میں درج ہو۔ یہ شعر انہی معنی میں ہے:-

شعر

علم دیں فقہ ست و تفسیر و حدیث
ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

پس کتب فقہ میں کسی مسئلہ کا درج ہونا اس امر کی دلیل یا علامت نہیں۔ کہ وہ

مسئلہ علم فقہ کا ہے۔ اس لئے کہ علم فقہ کا مسئلہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ادلہ اربعہ شرعیہ سے ماخوذ ہو پس جو لوگ علم فقہ کی کتب متداولہ کے ہر ایک مسئلہ پر فتویٰ دیدیتے ہیں۔ وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اون کو اسکی تمیز نہیں۔ کہ علم فقہ کیا ہو یا وہ مخلوق کے رعب سے دبتے ہیں۔ دونوں شقین اہل علم کیلئے ایک قسم کا داغ ہیں۔ سچ ہے ؎ ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست ⁂ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔

فصل سوم (۳)

طبقات علماء اور انکے فرائض

علماء فقہ نے بتصریح لکھا ہے کہ علماء کے طبقات سات ہیں بعض ان میں مجتہد ہیں۔ بعض مقلد۔ مجتہدین دو قسم پر ہیں۔ مستقل اور غیر مستقل۔ چنانچہ صاحب درمختار اور ردالمحتار کی شہادت درج ذیل ہے۔

الاولیٰ طبقة المجتهدين فی الشرع كالائمة الاربعة رضی الله عنهم ومن سلك مسلكهم فی تاسيس قواعد الاصول وبه يمتازون عن غيرهم۔ الثانية طبقة المجتهدين فی المذهب كابی يوسف ومحمد وسائر اصحاب ابی حنيفة القادرين على استخراج الاحكام من الادلة على	پہلا طبقہ مجتہدین کا ہے۔ جیسے ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ۔ مالک۔ احمد۔ شافعی رضی اللہ عنہم) ان کے سوا اور جنہوں نے اصول مقرر کئے۔ اسی سے وہ ممتاز ہوتے ہیں غیروں سے۔ دوسرا طبقہ اون مجتہدین کا ہے جو مجتہد فی المذہب ہیں جیسے ابویوسف۔ محمد۔ اور امام ابو حنیفہ کے باقی سب اصحاب جو حسب مقتضاء ان قواعد کے جو اونکے

مقتضى القواعد التي قررها استاذهم
ابو حنيفة في الاحكام وان خالفوه في
بعض احكام الفروع لكن يقلدونه
في قواعد الاصول وبه يمتازون عن
المعارضين في المذهب كالشافعي و
غيره المخالفين له في الاحكام غير مقلدين
له في الاصول. الثالثة طبقة المجتهدين
في المسائل التي لا نص فيها عن صاحب
المذهب كالخصاف وابي جعفر الطحاوي
وابي الحسن الكرخي وشمس الائمة الحلواني
وشمس الائمة السرخسي وفخر الاسلام
البزدوي وفخر الدين قاضيخان وامثالهم
فانهم لا يقدرون على شيء من المخالفة
لا في الاصول ولا في الفروع لكنهم
يستنبطون الاحكام في المسائل التي
لا نص فيها على حسب الاصول والقواعد
الرابعة طبقة اصحاب التخريج من
المقلدين كالرازي واضرابه فانهم لا
يقدرون على الاجتهاد اصلا لكنهم
لاحاطتهم بالاصول وضبطهم للمآخذ
يقدرون على تفصيل قول مجمل ذي
جهتين وحكم مبهم محتمل لامرين منقول
عن صاحب المذهب او احد من

استاد ابوحنیفہ نے مقرر کیے ہیں مسائل
شرعیہ استنباط کرنے پر قادر ہیں۔ اگرچہ
بعض فروع میں استاد کے مخالف
ہوں۔ مگر قواعد کلیہ میں وہ استاد کے مقلد
ہیں۔ اسی اصولی تقلید کی وجہ سے وہ
دیگر مقابلین اصول (مثل شافعی وغیرہ
سے ممتاز ہیں۔ کیونکہ دوسرے امام مقلد
رکھتے نہ اصول میں نہ فروع میں۔ تیسرا طبقہ
ان علماء کا ہے جو ایسے مسائل میں اجتہاد
کرتے تھے جنہیں صاحب المذہب امام
ابوحنیفہ سے کوئی روائت نہ ہوتی تھی جیسے
خصاف۔ طحاوی۔ کرخی۔ حلوانی۔ سرخسی۔
بزدوی اور قاضیخان وغیرہ یہ لوگ امام
کی مخالفت کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے
نہ اصول میں نہ فروع میں۔ لیکن ایسے
واقعات کے متعلق احکام مستنبط کیا
کرتے تھے جن میں امام صاحب سے کوئی
روائت نہ آئی ہو۔ لیکن اون قواعد اور
اصول کی پابندی پر استنباط کرتے تھے جو امام
صاحب المذہب نے مقرر کئے تھے چوتھا
طبقہ مقلدین اصحاب التخریج کا ہے۔ یہ
لوگ اجتہاد پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ نہ
اصول میں نہ فروع میں لیکن بوجہ احاطہ اصول

اصحابه بروایاتهم ونقلهم فی الاصول و للقاعدة علی امثاله ونظائره من الفروع. الخامسة طبقة اصحاب الترجیح من المقلدین کابی الحسن القدوری وصاحب الهدایة وامثالهما وشانهم تفضیل بعض الروایات علی بعض کقولهم هذا اولی وهذا اصح روایة وهذا ارفق للناس والسادسة طبقة المقلدین القادرین علی التمییز بین الاقوی والقوی والضعیف وظاهر المذهب والروایة النادرة کاصحاب المتون المعتبرة من المتاخرین مثل صاحب الکنز وصاحب المختار وصاحب الوقایة وصاحب المجمع وشانهم لا ینقلوا الاقوال المردودة والروایات الضعیفة والسابعة طبقة المقلدین الذین لا یقدرون علی ما ذکروا لا یفرقون بین الغث والسمین

(رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۴ دوم)

اور بالائے اتنی قدرت رکھتے تھے کہ کسی مجمل یا مبہم روائت کی تفصیل اور تشریح کر دیں مگر اوسی قول کی جو امام یا اون کے شاگردوں سے منقول ہوا ہو۔ پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح کا ہے یہ لوگ بھی مقلد ہیں جیسے کدوری۔ صاحب الہدایہ اور ان جیسے اور علماء۔ انکا کام یہی تھا کہ بعض روایات کی تفصیل کرکے بعض کو ترجیح دیں۔ جیسے وہ اپنی تصنیفات میں کہا کرتے ہیں کہ یہ اولی ہے یہ بہت صحیح ہے یہ لوگوں کے حال سے زیادہ موافق ہے۔ چھٹا طبقہ اون مقلد علماء کا ہے جو قوی اور قوی تر ہیں اور ظاہر المذہب اور روائت نادرہ میں تمیز کر سکتے ہیں جیسے عام متون کی کتابوں کے مصنف مثل صاحب کنز اور صاحب در مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ انکا کام یہ ہے کہ مردود اور ضعیف روایات نقل نہ کریں ساتواں طبقہ اُن مقلدین کا ہے جو کسی قسم کی تمیز نہیں کر سکتے نہ انکو مذکورہ افعال پر قدرت ہے نہ کھرے کھوٹے کو پہچان سکتے ہیں۔

اس تقسیم پر بعض اکابر (مثل مولینا عبدالحی مرحوم) نے اعتراضات کئے ہیں۔ لیکن ہمیں اون اعتراضات سے مطلب نہیں بلکہ ہمیں یہ دکھانا مقصود ہے کہ فقہاء نے علماء کی تقسیم مع اون کے فرائض کے واضح لفظوں میں کی ہے۔ اب

ہمیں دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل بھی ہوا؟ اس امر کا اظہار ہم ایک مستقل فصل میں کرتے ہیں۔

فصل چہارم

اس بیان میں کہ متاخرین فقہاء نے متقدمین مجتہدین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟

ناظرین! گذشتہ فصل میں طبقات علماء پر ایک نظر پھر ڈالی جائے۔ تاکہ آپ لوگوں کو مستحضر ہو جائے کہ ان طبقات میں متاخرین کو متقدمین کی مخالفت کرنے کا حق مطلق حاصل نہیں۔ بیشک ہے کہ متاخرین مُرَجِّحِین جبتک کسی مسئلہ کو ترجیح نہ دیں۔ عوام کو اوس مسئلہ کی پیروی نہ کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ کسی مجتہد اعظم سے بھی منقول ہو۔ چنانچہ صاحب "درمختار" فرماتے ہیں:۔

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ۔ (مصری جلد ا صفحہ ۵۵)	ہم (مصنف درمختار جیسوں) پر اوس مسئلہ کی پیروی واجب ہے جس کو مرجحین ترجیح دیں اور تصحیح کریں۔

لیکن ہم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ صاحب المذہب مجتہد کا خلاف کریں۔ مگر واقعات بتلا رہے ہیں کہ ایسا وقوع میں آیا ہے۔ ہم اس دعوے کو مثالوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں بس ناظرین غور سے سنیں:۔

اس فصل میں ہم وہ مسائل بیان کرینگے جو امام ابوحنیفہ صاحب اور اُن کے

شاگردان ابو یوسف۔ محمد۔ اور زفر (رحمہم اللہ) کے درمیان اختلافی ہیں۔ جو کتب فقہ میں بکثرت ملتے ہیں۔ اس لئے کہ حسب تصریح علماء اصول یہ حضرات ثلاثہ گو مجتہد مستقل نہیں لیکن مجتہد فی المذہب ہونے کا عذر ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم ان مسائل کو چھوڑ کر ایسے مسائل پیش کرتے ہیں۔ جن میں متاخرین فقہاء نے متقدمین کی تصریحات کا کھلے لفظوں میں خلاف کیا۔

(۱) اس مسئلہ میں فقہاء کا بہت اختلاف ہے۔ کہ پانی کی کتنی مقدار کو پاک کہہ سکتے ہیں جس کی نسبت یہ حکم لگانا صحیح ہو کہ جبتک اوس کا مزہ یا رنگت یا بو نہ بگڑے وہ پاک ہے اسکی نسبت مختلف اقوال ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ دیکھنے والے کے گمان کا اعتبار ہے اگر وہ اس پانی کو ایسا سمجھتا ہے کہ نجاست تمام طرف پہونچگئی ہے تو وضو نہ کرے۔ اوس کے خیال میں نہیں پہونچی تو وضو کرلے۔ غرض ایسے پانی کی کوئی حد معین نہیں۔

قال ابن الہمام فی فتح القدیر قال ابو حنیفة فی ظاہر الروایة یعتبر فیہ الاکبر رائ المبتلی۔ (عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ صفحہ)

باوجود اس تصریح صاحب مذہب کے متاخرین نے ایسے پانی کے لئے حد بندی کا فتوے دیا ہے۔ لطف یہ کہ اس حد بندی میں خود بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ مولانا عبد الحی مرحوم لکھتے ہیں:۔

منہم من جعل الکثیر ما کان بقدر ثمان فی ثمان وما عداہ قلیلا۔ ومنہم من اختار خمسة عشر و اختار جمع من اصحابنا التقدیر بعشر فی عشر۔ وافتوا بہ۔ (عمدۃ الرعایۃ جلد اول صفحہ)

بعض علماء نے آب کثیر اوس قدر کو کہا ہے جو ہشت در ہشت ہو۔ یعنی آٹھ ہاتھ لمبا۔ آٹھ چوڑا۔ اس سے کم قلیل ہے بعض نے پندرہ کو۔ ایک جماعت نے دہ در دہ کو لیا ہے اور اسی پر فتوے دیا ہے۔

(آجکل عام فتوے اسی پر ہے)

یہ عبارت باآواز بلند بتا رہی ہے کہ متاخرین نے صاحب المذہب امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی پابندی نہیں کی۔ ورنہ اس جدت کی حاجت نہ تھی جو بلحاظ مراتب و طبقات علماء ان کا حق بھی نہ تھا۔

متقدمین فقہاء حنفیہ کا اس امر میں اتفاق ہے۔

لا تصح الاجارة للاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه۔ ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان۔

(در مختار مصری جلد اول ص ۲۱۔ ایضاً ہدایہ مصطفائی ربع ثالث ص ۲۸۳)

(ائمہ کے مذہب میں) اذان۔ حج۔ امامت تعلیم القرآن اور تعلیم علم فقہ کے لئے اجرت مقرر کرنا اور لینا جائز نہیں۔ مگر آجکل متاخرین کے زمانہ میں اس پر فتوے ہے۔ کہ تعلیم قرآن تعلیم الفقہ۔ امامت۔ اور اذان پر اجرت لینا جائز ہے۔ (ہدایہ)

(۲) جس عورت کا خاوند نادار ہو۔ نفقہ ادا نہ کر سکے۔ امام شافعی کا مذہب ہے۔ کہ اس عورت کی درخواست پر اس مرد سے اوس کی جدائی کرا دی جائے۔ متقدمین حنفیہ کے نزدیک صورت مرقومہ میں فسخ نکاح جائز نہیں۔ چنانچہ شرح وقایہ میں ہے۔

ولا يفرق بينهما العجزه عنها وتؤمر بالاستدانة عليه۔ واصحابنا لما شاهدوا الضرورة في التفريق + استحسنوا ان ينصب القاضي نائبا شافعي المذهب يفرق بينهما۔

(شرح وقایہ علوی ربع ثانی ص ۴۳)

مرد کے نان و نفقہ نہ دے سکنے کی صورت میں اون دونوں میں تفریق نہ کی جائے۔ بلکہ عورت کو حکم دیا جائے کہ خاوند کے نام پر بازار کے دکانداروں سے قرض لیا کرے مگر ہمارے متاخرین علماء نے صورت مذکورہ میں تفریق کرنے میں ضرورت محسوس کی۔ تو انہوں نے بہتر سمجھا کہ قاضی کسی شافعی المذہب کو نائب کرکے تفریق کرادے وہ کیا معقول تجویز ہے۔ یہاں پر وہ اصول چھوٹ گیا کہ وکیل کے تصرفات موکل کے ہوتے ہیں)

(۳) امام ابوحنیفہ صاحب کا مذہب ہے کہ گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ چنانچہ

امام طحاوی وجوب زکوٰۃ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ فمن ذھب الی ھذا القول ایضا ابو حنیفۃ و زفر۔ مگر امام طحاوی اس کے برخلاف ہیں۔ چنانچہ بعد نقل روایات بطور نتیجہ لکھتے ہیں۔

فثبت بذلک ان لا زکوٰۃ فی الخیل کما لا زکوٰۃ فی الحمیر والبغال ھذا قول ابی یوسف ومحمد وھو احب القولین الینا (طحاوی مطبوعہ مصطفائی جلد ۱ صفحہ ۳۲۳)	اس بحث سے ثابت ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں جیسی کہ گدھوں اور خچروں میں نہیں۔ اور یہی قول ہے ابی یوسف اور محمد کا اور یہی ہمیں زیادہ تر پسند ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہ صاحب کا مذہب ہے کہ ضب (گوہ) حلال نہیں۔ چنانچہ علامہ طحاوی لکھتے ہیں۔

قد کرہ قوم اکل الضب منھم ابو حنیفۃ وابو یوسف ومحمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (طحاوی جلد دوم صفحہ ۳۱۶)	ایک قوم نے ضب کا کھانا مکروہ سمجھا ہے اونہی میں امام ابو حنیفہ۔ ابو یوسف اور محمد ہیں۔

بعد اس کے علامہ طحاوی باوجود حنفی ہونے کے اپنا فیصلہ یہ دیتے ہیں۔

فثبت بتصحیح ھذہ الآثار انہ لا بأس باکل الضب وھو القول عندنا (صفحہ ۳۱۷)	ان آثار اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ ضب حلال ہے اور ہمارا بھی یہی قول ہے۔

حالانکہ طبقات فقہاء میں ان متاخرین کو صاحب المذہب کے خلاف کہنے اور لکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ چنانچہ انہی امام طحاوی کی بابت طبقات میں لکھا ہے۔ کہ امام طحاوی تیسرے طبقے کے مجتہدین میں سے ہیں۔ جو امام صاحب المذہب کی مخالفت نہیں کر سکتے نہ اصول میں نہ فروع میں۔ ملاحظہ ہو اصل عبارت بر صفحہ ۱۱ کتاب ہذا۔ باوجود اس کے طحاوی کھلے لفظوں میں امام ابو حنیفہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

نتیجہ طبقات فقہاء کو دیکھیں اور ایک طرف ان اوراق جیسے کئی ایک اور مسائل خلافیہ پر غور کریں تو طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ متاخرین کا برتاؤ متقدمین کے ساتھ ایسا کیوں رہا۔ جو حسب تصریح طبقات کے ان کا حق نہ تھا۔ اور درصورت ایسے اختلافات کے فقہاء متاخرین امام کے مقلد تھے یا کیا؟ اور یہ کہ متاخرین نے متقدمین خصوصاً صاحب المذہب امام کی مخالفت کیوں کی۔ اور معتبر مصنفین نے ان متاخرین کے اقوال پر بحالیکہ وہ صاحب المذہب کی تصریح کے مخالف ہیں کیوں فتوے دیا۔

میرے ناقص خیال میں ان سب سوالات کا جواب ایک ہی ہے کہ یہ لوگ سلف سے خلف تک اعتقاداً اس اصول کے پابند تھے۔ کہ دین حقیقت میں خدا کا ہے اور اس کا بتانے والا اس کا رسول ہے علماء مجتہدین سب کے سب دراصل مبلغ احکام تھے موجد حکم نہ تھے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ برجاں مسلم داشتن

گمان غالب ہے کہ میرے ان پریشان اوراق کا جواب دیا جائیگا۔ مگر صحیح جواب وہ ہوگا۔ جو صحیح واقعات پر مبنی ہو بغیر اس کے نہیں۔ غیر صحیح جواب کو میں اس شعر کا مصداق جانونگا۔

؎

مدعی چوں رگ گردن بفراز د بجدل
نیم تصدیق بیانش نہ دتحسینش کن۔

تقلید کے بیان میں

تقلید کی تعریف ہے اخذ[1] قول الغیر من غیر معرفۃ دلیلہ "غیر نبی کا قول قبول کرنا اوسکی دلیل پہچاننے کے بغیر" خدا اور رسول کی بات کو ماننا چونکہ کسی دلیل کا محتاج نہیں اس لئے کہ وہ منتہاء ہیں سب مباحث اور دلائل کے۔ لہذا تقلید نہیں

تقلید کی تعریف اتنی مشکل نہیں جتنی اس امر کی تنقیح مشکل ہے کہ تقلید کا محل کون لوگ ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ افراد امت تین قسم پر ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اپنی عمر کا کچھ حصہ تحصیل علوم میں لگاتے ہیں۔ باقاعدہ تحصیل فارغ التحصیل ہوتے بلکہ دستار فضیلت زیب سر کرتے ہیں۔ اور بطور فخر یا بہ نیت اظہار نعمت کہا کرتے ہیں کہ ہم فلاں مدرسہ کے سند یافتہ ہیں وغیرہ۔ ایک قسم وہ لوگ ہیں۔ جو علوم شرعیہ سے مطلق واقف نہیں۔ نہ قرآن جانتے ہیں نہ حدیث۔ نہ اصول نہ فروع۔ کون نہیں جانتا کہ ان دونوں کا طرز عمل اور حکم ایک نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (عالم دانا اور بے علم برابر نہیں) پچھلی قسم کے لوگ شرعی مسئلہ کی دلیل نہ سمجھیں تو معذور ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ان کا منصب ہی یہ نہیں۔ قسم اول کے لوگ سالہا سال کی محنت اور تحصیل علوم کے بعد بھی اگر اسی منصب پر رہیں۔ تو کون نہیں جانتا کہ اونکی عمر کا وہ حصہ جسکو تحصیل علم میں لگانے کے مدعی ہیں۔ دراصل تحصیل جہل میں خرچ ہوا ہوگا علم میں نہیں یہ لفظ جسقدر تلخ اور کڑوا ہے اوسی قدر واقع میں سچا بھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دنیا میں اگر کوئی امر بدیہی ہے تو یہ بدیہی تر ہے کہ عالم اور بے علم برابر نہیں اب سوال صاف ہے

[1] جمع الجوامع لابن السبکی جلد ۲ صفحہ ۲۵۱۔

کہ ان دو میں سے کون ہے جو تقلید کی تعریف میں داخل ہو سکے۔ جواب یہ ہے کہ وہی جسکو دلیل کی معرفت نہ ہو لیکن جو لوگ مجتہد کی دلیل پہچان سکتے ہیں یا کتب فقہ میں دیکھکر معرفت ہو سکتی ہے۔ وہ تقلید کی تعریف میں کسی طرح نہیں آوینگے۔

ایک واضح مثال

مدارس عربیہ میں ایک طرف طلباء بیٹھے ہیں۔ سامنے کی جانب مدرس صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ ہدایہ یا بخاری کا درس ہو رہا ہے۔ اثنائے سبق میں ہر مسئلہ پر حنفی مذہب کے دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ اور خوب دل کھولکر حنفی مذہب کو دوسرے مذاہب پر ترجیح اور غلبہ دیا جاتا ہے۔ دغیرہ ہم اس طریقہ تعلیم پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ استاد و شاگرد معلم یا متعلم برابر نہیں۔ معلم علی البصیرت ہے۔ متعلم بے خبر ہیں اس لئے مستفید ہیں نتیجہ صاف ہے لَا يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اسی علم کا نتیجہ ہے کہ متاخرین کے باوجودیکہ لوگ آجتک اونکو مقلد لکھ رہے ہیں مگر اونکا برتاؤ ہمیشہ علم کی شان سے رہا جس کا ثبوت پچھلی فصل میں ہم دے آئے ہیں۔ حالانکہ مقلد کی شان یہ ہے۔ کہ کسی مسئلہ میں اپنی راء کو پیش نہ کرے بلکہ صرف یہ کہے کہ یہ حکم میرے نزدیک اس لئے صحیح ہے کہ میرے امام ابو حنیفہؒ کی یہی راء ہے (توضیح صـ۲۲) مگر متاخرین نے اس اصول کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ انہوں نے اپنی بصیرت سے کام لیا۔ اس لئے امام کی مخالفت سے بھی وہ نہیں ڈرے اور نہ رُکے۔

اب تیسری قسم کے لوگ جو بین بین ہیں یعنی جنکو قرآن وحدیث کی کچھ کچھ واقفی ہو لیکن پوری نہیں۔ نہ وہ پکے عالم نہ پورے جاہل۔ سو ان کی بابت بھی مطلع صاف ہے۔ علم کی حیثیت سے وہ اہل علم کے منصب میں ہونگے۔ بے علمی کی حیثیت سے بے علموں میں جتنا جانتے ہیں اوس میں اپنے علم سے کام لیں جو نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں۔ اوسمیں اپنے زمانہ کے کسی عالم سے دریافت کرلیں۔

اب ہم ایک اور آسان طریقہ سے اس مشکل مرحلہ کو طے کرتے ہیں۔ ہمارے دوست

تقلید کے ثبوت میں آیت قرآنی فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (ك) پڑھا کرتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت کیا ہوا؟ یہی کہ بے علم اہل علم سے پوچھا کریں آمنا وصدقنا فاكتبنا مع الشاهدين مگر سوال یہ ہے کہ آج ایک بے علم (ك) کو اگر ایک مسئلہ کی ضرورت ہوئی وہ کس سے پوچھے۔ بارہ سو سال پہلے گذرے ہوئے مجتہدین سے یا اپنے زمانہ کے اہل علم سے کچھ شک نہیں کہ ہر ایک دانا یہی کہیگا کہ اپنے زمانہ کے علماء سے پوچھے کیونکہ فاسئلوا کے مفعول بہ سے پوچھنا ہے اور مفعول بہ سوال کا وہی ہو سکتا ہے جس سے سوال ہو سکے نہ کہ غائب جب اپنے زمانہ کے علماء سے پوچھا تو مقلد کس کے ہوئے؟ انہوں زمانہ کے علماء اور مفتی کے یا زمانہ سابق کے مجتہدین کے اسکا جواب علامہ شامی نے بہت قول [illegible]

العامي لا مذهب له بل مذهبه مذهب مفتيه ان المذهب انما يكون لمن له نوع نظر واستدلال وبصر بالمذاهب على حسبه او لمن قرأ كتابا في فروع ذلك المذهب وعرف فتاوى امامه واقواله واما غيره ممن قال انا حنفي او شافعي لم يصر كذلك بمجرد القول كقوله انا فقيه او نحوي (رد المحتار جلد ۳۔ صفحہ ۱۹۶)

فرماتے ہیں، عامی (بے علم) کا کوئی مذہب نہیں اسکا مذہب وہی ہے جو اوس کے مفتی کا ہے کیونکہ مذہب تو اُسکا ہوتا ہے جسکو کسی قسم کی نظر استدلال اور مذاہب کی پوری واقفی ہو یا اُس نے اُس مذہب کے فروع میں کوئی کتاب پڑھی ہو اور اپنے امام کے فتوے اور اقوال پہچانے ہوں لیکن انکے سوا اور لوگ جو حنفی شافعی کہلاتے ہیں وہ صرف کہنے سے حنفی شافعی نہیں ہو سکتے انکا یہ کہنا ویسا ہی ہے جیسے وہ اپنے تئیں فقیہ یا نحوی کہلائیں

علامہ موصوف کی اس تصریح سے بصراحت ثابت ہوا۔ کہ عوام سابقہ مجتہدین کے مقلد نہیں بلکہ اگر وہ ہیں تو اپنے زمانہ کے علماء کے ہیں۔ یہ اصطلاح اگر فریقین میں مسلم ہو جائے تو ہمیں بھی ان لوگوں کا مقلد کہنے میں اختلاف نہ ہوگا گو تقلید شخصی کا مسئلہ ہنوز زیر بحث رہیگا۔

اب ہم ذرہ اصولی طریق سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

؎ تم اگر نہیں جانتے تو جاننے والوں کو پوچھا کرو ۱۲

مسئلہ تقلید صحابی میں علماء اصول کا اختلاف ہے امام شافعی اور جو اونکے موافق ہیں سب متفق ہے کہ تقلید صحابی واجب نہیں۔ حنفیہ میں بھی اختلاف ہے چنانچہ نورالانوار کے الفاظ یہ ہیں :-

تقلید الصحابی واجب یترک بہ القیاس وقال الکرخی لایجب تقلید الافیما لایدرک بالقیاس وقال الشافعی لایقلد احدا منھم سواء کان مدرکا بالقیاس اولا لان الصحابۃ کان یخالف بعضھم بعضا ولیس احدھم اولیٰ من الآخر فتعین البطلان (نورالانوار صفحہ ۲۱۷)	صحابی کی تقلید واجب ہے اسکے ساتھ قیاس کو چھوڑ دیا جائے۔ امام کرخی نے کہا ہے صحابی کی کی تقلید واجب نہیں سوا اُن مسائل کے جو قیاس کیساتھ معلوم نہیں ہوسکتے۔ امام شافعی کہتے ہیں صحابہ میں سے کسی کی تقلید نہ کیجائے چاہے وہ قول صحابی کا قیاس سے معلوم ہوسکے یا نہ کیونکہ صحابہ مسائل میں باہم

خود مختلف تھے اور اس بارہ میں اون سے کوئی افضل نہیں اسلئے اونکے اقوال حجیت کے درجے سے باطل یعنے ساقط رہینگے "

اب غور طلب بات یہ ہے کہ علماء اصول نے ادلہ شرعیہ چار لکھی ہیں قرآن۔ حدیث اجماع اور قیاس صحابی کی تقلید میں جو اختلاف ہے تو ان چاروں میں سے کس میں ہے کیا صحابی کے قرآن سنانے میں؟ حاشا وکلا۔ کیا حدیث بتلانے میں؟ ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو قرآن وحدیث کہاں سے حاصل ہوتے؟ کیا اجماع کے بیان میں؟ اسمیں بھی نہیں۔ جو تھی قسم صحابی اپنے زمانہ کے اجماع کی حکائت کرے تو حکائت معتبر اور صحیح مانی جائیگی جیسی کہ صحابی کی بیان کی ہوئی۔ حدیث مرفوع بحیثیت روائت معتبر ہوگی اسلئے ان تینوں قسموں میں کسی امام کا اختلاف نہیں پھر کس میں ہے؟ صرف چوتھی قسم میں جس کا نام قیاس ہے اسکے سوا اور کوئی قسم نہیں نتیجہ صاف ہے کہ صحابی کوئی ایسی بات کہے جس کے متعلق وہ ادلہ ثلاثہ قرآن وحدیث اور اجماع میں سے کسی کا ذکر نہ کرے تو یہ انکا اپنا قول ہوگا۔ امام شافعی اور دیگر اکابر کا مذہب ہے کہ وہ حجت شرعی نہیں۔

بعض لوگوں نے میرے سامنے کہا کہ امام شافعی کے مذہب کو شافعیہ زیادہ جانتے ہیں

اسلئے کسی شافعی مذہب کے مصنف کی نقل سے ثابت ہونا چاہئے۔ مطلب اوس کا یہ تھا کہ امام شافعی کی نسبت یہ کہنا کہ قول صحابہ کی حجیت سے منکر تھے ثابت نہیں سو ایسے احباب کو امام نووی کی شرح مسلم کا مقدمہ دیکھنا چاہیے کہ امام شافعی کا آخری مذہب یہی ہے کہ قول صحابی حجت نہیں۔

محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں قول صحابی کو **موقوف** کہتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا **مرفوع** نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ مقدمہ ترمذی میں ہے:

الموقوف ھو مطلقا ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلاً کان او منقطعاً وھو لیس بحجۃ علی الاصح (مقدمہ ترمذی صہ)	موقوف صحابی کا قول یا فعل ہے اور صحیح تر مذہب میں وہ حجت شرعی نہیں ہے۔

صحابی کا قول حجت ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ مثل مرفوع حدیث (کلام نبی) کے واجب العمل ہو حالانکہ علماء اصول جہاں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ کونسی موقوف روایت مرفوع کے حکم میں ہو سکتی ہے وہاں وہ بہت سی قیود لگاتے ہیں۔ چنانچہ **شرح نخبہ** میں ہے۔

مثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا ما یقول الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتہاد فیہ ولا لہ تعلق ببیان لغۃ او شرح غریب کالاخبار عن الامور الماضیۃ من بدء الخلق واخبار الانبیاء علیہم السلام او الآتیۃ کالملاحم والفتن و احوال یوم القیمۃ وکذا الاخبار عما یحصل بفعلہ ثواب مخصوص او عقاب مخصوص وانما کان لہ حکم المرفوع لان اخبارہ بذلک یقتضی عن آل و ما	قولی روایت موقوفہ جو مرفوع کے حکم میں ہو وہ ہوتی ہے کہ کوئی ایسا صحابی جس نے اسرائیلی کتابوں سے نہ لیا ہو ایسی بات کہے جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو نہ لغت اور شرح الفاظ غریبہ سے اسکا تعلق ہو جیسے گذشتہ زمانے کے اور انبیاء کے واقعات یا آئندہ کے فتنے فساد اور قیامت کے حالات اسیطرح ایسے امور جن پر ثواب یا عذاب حاصل ہوتا ہو ایسی روایات مرفوع کے حکم میں ہونگی کیونکہ ایسے امور کی خبر دینا چاہتا ہے کہ کسی مخبر نے بتلائے ہوں اور جس میں مجتہد کے اجتہاد کو دخل نہ

لا مجال للاجتهاد فيه يقتضي موقفا للقائل ولا موقف للصحابة الا النبي صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم او بعض من يخبر عن الكتب القديمة فلهذا وقع الاحتراز عن القسم الثاني (شرح نخبہ صہ ۹۳)

اسمیں قائل کے لئے کسی بتلانیوالے کی حاجت ہے۔ اور صحابہ کرام کو بتلانے والے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا کوئی ایسا شخص جو کتب سابقہ سے واقف ہو اسی لئے کہا گیا کہ جو صحابی اسرائیلی روایات روایت نہ کرتا ہو یعنی دوسری قسم کا نہ ہو اسکی روایت مرفوع کے حکم میں ہوگی"

مطلب اس عبارت کا صاف ہے کہ صحابی کا وہ قول مرفوع یعنی حجت ہوگا جسمیں یہ اوصاف پائے جاویں (الف) وہ صحابی ایسا ہو کہ کتب سابقہ سے اسرائیلی روایات لیکر بیان نہ کرتا ہو (ب) دوم یہ کہ وہ قول ایسے مسئلہ کے متعلق ہو جو اجتہاد سے معلوم نہو سکتا ہو جیسے گذشتہ یا آئندہ زمانہ کے واقعات یا قیامت کے حالات یا دنیاوی تغیرات کا بیان کہ دجال آئیگا یا امام مہدی یا حضرت مسیح آدینگے وغیرہ ایسے اقوال ایسے صحابہ سے جو کتب سابقہ سے اسرائیلی روایات نہ بیان کرتے ہوں۔ مرفوع حدیث کے حکم میں ہیں یعنی وہ حجت ہیں۔ یہ ہی محدثین کا اصول حدیث۔ جو اصول حدیث کی درسی کتاب "شرح نخبہ" وغیرہ سے نقل ہے۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ وہ اقوال صحابہ جنمیں یہ قیود نہ ہوں کسیطرح حجت نہیں ہو سکتی۔

لطیف بات نبی کے سوا کسی دوسرے کا قول بھی حجت ہو تو پھر نبی اور غیر نبی میں کیا فرق رہیگا؟ اسی لئے علماء اصول نے بتصریح لکھا ہے جو اوپر کی منقولہ عبارت میں، ملتا ہے کہ صحابی موصوف کا قول مذکور اسلئے حجت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو بتلایا ہوگا۔ ورنہ جہاں یہ علم یا ظن نہ ہو بلکہ وہ قول ایسا ہو کہ دیگر مجتہدین اور مفسرین بھی کہہ سکتے ہیں تو ایسا قول حجت شرعی نہیں خواہ وہ مسائل شرعیہ کے متعلق ہو یا تفسیر القرآن کے متعلق۔ چنانچہ مقدمہ ترمذی میں ہے تفسیر الصحابی موقوف صحابی کی تفسیر موقوف ہے جسکی شرح میں مولانا عبد الحی مرحوم لکھنوی لکھتے ہیں:-

لیس بمرفوع لا حقیقۃ ولا حکماً وذلک لان من التفسیر ما ینشا عن معرفۃ البلاغۃ واللغۃ ومنہ ما یتعلق بحکم شرعی یکون مدخلہ الرأي فلا یمکن ان یحکم علی مثل ہذا بالرفع (ظفر الامانی ص ۱۶۸)	یعنی تفسیر صحابی مرفوع نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ حکماً کیونکہ بعض تفاسیر معرفت بلاغت اور معرفت لغت سے حاصل ہوتی ہیں بعض وہ ہیں جو کسی شرعی حکم سے تعلق رکھتی ہیں جو اجتہاد سے حاصل ہو سکتا ہے پس ایسی تفسیروں پر

مرفوع کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

یہ بیان صاف دلالت کرتا ہے کہ صحابی کا قول جب مسائل شرعیہ میں حجت نہیں تفسیر یہ میں بھی نہیں۔

نتیجہ ساری مرقومہ بالا تقریر کا یہ ہے کہ جس حال میں صحابی کے قول کی تقلید واجب نہیں جو لوگ وجوب کے قائل ہیں انکے پاس دلیل نہیں تو دیگر ائمہ مجتہدین کی تقلید کیونکر واجب ہوگی۔

ہاں ایک سوال باقی رہتا ہے کہ عوام کو تقلید سے چارہ نہیں نہ انکو دلیل کی معرفت ہے نہ ہو سکتی ہے انکی شان تصرف یہ ہے کہ وہ علماء سے پوچھکر عمل کریں وہ تو کسی صورت میں بھی تقلید سے خارج نہ ہوئے اسکا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام ہر ایک شخص کے حسب حال ہوتے ہیں۔ اہل العلم کو اپنے علم کے مطابق تحقیق کرنیکا حکم ہے تو جاہل کو اپنی حیثیت کے مطابق اہل علم کا کام آیات احادیث کی تنقیہ ہے۔ جاہل کا کام اہل علم سے دریافت کرنا مگر یہ جانکر اور دیکھکر کہ حضرت مولانا خدا اور رسول کا حکم اسمیں کیا ہے۔ کیونکہ بحکم روائت رد المحتار مندرجہ صفحہ (۲۰) کتاب ہذا۔ سائل ہذا اپنے مفتی کے مذہب پر ہوگا۔ اس لئے پہلے مفتی صاحب کو تو تقلید سے الگ کردے۔ اب رہا مفتی صاحب کا علم و دیانت وہ جو چاہیں اور جسطرح چاہیں فتوے دیں اسکا ذمہ مفتی صاحب پر ہوگا۔ سائل پر نہیں انما مذہبہ مذہب مفتیہ۔ فللہ الحمد۔

تمت بالخیر

※

کتب خانہ ثنائی امرتسر کی مشہور و معروف تحقیقی کتب

اجتہاد و تقلید اس کتاب میں اجتہاد و تقلید پر عالمانہ بحث کی گئی ہے قابل دید رسالہ ہے قیمت ۸ر

القرآن العظیم قرآن مجید کے الہامی ہونے کا ثبوت ۲ر

الہام الہام کی تشریح اور آریوں کا رد قابل دید ۳ر

دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن مولوی عبداللہ چکڑالوی اہلقرآن کے رسالہ متعلقہ نماز کا مفصل جواب ۴ر

فتوحات اہلحدیث چیفکورٹ پنجاب. ہائیکورٹ اودھ، بنگال اور انگلستان میں جو فیصلے اہلحدیث کی تائید میں ہوئے انکا مجموعہ ۸ر

حق پرکاش ستیارتھ پرکاش متعلقہ اسلام کا مکمل جواب آریوں کی تردید قابل دید عہ

تبر اسلام مباحثہ دہرمپال کے رسالہ نخل اسلام کا قابل دید جواب ۸ر

جہاد وید وید اور دیگر آریہ کتب سے جہاد کا ثبوت قیمت ۶ر

خصائل النبی شمائل ترمذی کا بامحاورہ اردو ترجمہ بچوں کے لئے مفید ہے ۲ر

ادب العرب صرف و نحو عربی کو ایسی آسان طرز سے لکھا گیا ہے کہ اردو خوان بلامدد استاد بھی مطلب سمجھ لے اور کامیاب ہو سکے نامی گرامی علماء نے پسند فرمایا ہے ۱۲ر

توحید و تثلیث اور راہ نجات اس رسالہ میں ان تینوں مضامین پر مفصل بحث کرکے نجات کا رستہ بتایا گیا ہے قیمت ۴ر

شریعت و طریقت ہر دو کا بیان قیمت ۲ر

کلمہ طیبہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تشریح صرف قرآن مجید سے ۳ر

اہلحدیث کا مذہب فرقہ اہلحدیث یعنی موحدین کے مسئلہ

سائل کا بیان قیمت ۸ر

السلام علیکم — اسلامی سلام کے احکام قیمت ۳ر

میل ملاپ — اتفاق کا سبق دینے والا رسالہ ۵ر

اسلامی تاریخ — آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات مبارکہ۔ بچوں کے لئے مفید ۳ر

ہدایت الزوجین — نکاح و طلاق کے مسائل۔ بیوی خاوند کے حقوق کا بیان ۲۰ر

حدوث وید — قدامت وید کا ابطال وید سے قیمت ۲ر

الہامات مرزا — مرزا قادیانی کے الہامات کی تردید مفصل مع جواب آئینہ حق نما ۱۲ر

شاہ انگلستان اور مرزا قادیان — اس رسالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ جارج پنجم شاہ انگلستان کا دہلی دربار میں تشریف لانا خدائی حکمت میں مرزا قادیانی کی تکذیب کرنا تھا۔ قیمت ۲ر

فاتح قادیان — مرزا صاحب قادیانی کی فیصلہ

کن دعا بحق ابوالوفا پر لدھانوی مباحثہ جسمیں بفیصلہ ثالث تین سو روپیہ انعام اسلامی مناظر کو ملا قیمت ۶ر

نکاح مرزا — مرزا قادیانی کے الہامی نکاح والی پیشگوئی کی تردید ۲ر

تاریخ مرزا — مرزا قادیانی کی زندگی کے حالات از ابتدا تا انتہا۔ قابل دید ۵ر

مرقع قادیانی — مرزا قادیانی کے مختلف خیالات اور مقالات کا عجیب و غریب جواب ۶ر

تقلید شخصی اور سلفی — اس میں مسئلہ تقلید کی معقول اور منقول قابل دید تحقیق کیگئی ہے قیمت ۷ر

ترک اسلام — رسالہ ترک اسلام مصنفہ دہرمپال کا معقول و مفصل جواب۔ عنصر

نزات تناسخ — تناسخ کے نتائج اور نقائص کی بحث ۶ر

الفوز العظیم — قرآن کریم کی قسموں کی حکمت قیمت ۳ر

عقائد مرزا — مرزا قادیانی کے عقائد کا بیان قیمت ۱ر